(28)

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ 1

خداتعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ رہا ہے وہ اب بھی میری مدد کرے گا اور منافقت دکھانے والوں کو ذلیل و رسوا کرے گا

(فرمودہ 20 جولائی 1956ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ 2

اس کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے اے مومنو! جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو تم تجارت وغیرہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بھاگو۔ اس آیت کے الفاظ تو بظاہر یہی ہیں کہ جب تمہیں جمعہ کے دن پکارا جائے تو تم تجارت وغیرہ کو چھوڑ کر نماز کے لیے آ جاؤ لیکن درحقیقت جمعہ کے معنے اجتماع کے ہیں۔ اور اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب کسی قوم کے افراد کی تعداد تھوڑی ہوتی ہے اور اس پر مصیبت کے دن ہوتے ہیں تو ان میں دین کی طرف رغبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت زوروں پر ہوتی ہے۔ لیکن جب ان کی مصیبت

کے دن ختم ہو جاتے ہیں، ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور قوت اور طاقت انہیں حاصل ہو جاتی ہے تو ان میں منافقت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اس آیت کا بظاہر تو یہ مفہوم ہے کہ اے مومنو! جب تمہیں جمعہ کے دن پکارا جائے تو تم تجارت وغیرہ چھوڑ کر نماز کے لیے آ جاؤ۔ لیکن درحقیقت اس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! جب تم پر طاقت اور عظمت کا زمانہ آ جائے تو ایسا نہ ہو کہ تم سُست ہو جاؤ، تم میں منافقت پیدا ہو جائے اور تم دنیا کو دین پر مقدم کرنے لگ جاؤ۔ تم پہلے سے بھی زیادہ دین کی خدمت میں لگ جاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم کو طاقت اور قوت حاصل ہو جاتی ہے تو عام طور پر انہیں اپنی پہلی حالت بھول جاتی ہے۔

دس سال کی بات ہے کہ ہندوؤں نے قادیان پر حملہ کر کے احمدیوں کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور وہ بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان میں ہجرت کر کے آ گئے۔ اُس وقت لاکھوں آدمیوں کو رستہ میں ہی مار دیا گیا۔ ایک اندھیر مچا ہوا تھا اور ہر طرف چیخ و پکار بلند کی جا رہی تھی۔ اُس وقت میں لاہور آیا اور یہاں آ کر میں نے ایسا انتظام کیا کہ قادیان کے رہنے والوں کے لیے لاریاں میسر آ گئیں۔ چنانچہ میں نے اُس وقت حکم دے دیا کہ کوئی شخص پیدل چل کر نہ آئے۔ اگر کوئی شخص پیدل چل کر آیا تو وہ میرا نافرمان ہوگا۔ چنانچہ قادیان کے رہنے والے پوری حفاظت کے ساتھ لاریوں پر پاکستان آئے۔ صرف وہ لوگ جنہوں نے میرا حکم نہیں مانا تھا اور وہ لاریوں کا انتظار کیے بغیر قافلوں کے ساتھ پیدل چل پڑے تھے انہیں بٹالہ یا اس کے قریب دیہات کے پاس حملہ آوروں نے مار ڈالا۔ لیکن جن لوگوں نے صبر کا نمونہ دکھایا اور میرے حکم کے مطابق انہوں نے اُس وقت تک قادیان نہ چھوڑا جب تک کہ لاہور سے لاریاں وہاں نہ پہنچ گئیں وہ برات کی طرح پاکستان آ گئے۔

پھر میں نے انہیں ربوہ میں لا کر بسایا اور اب ربوہ ایک شہر بن گیا ہے اور یہاں مختلف صنعتیں بھی شروع ہوگئی ہیں اور ہر ایک شخص کو نظر آ رہا ہے کہ خداتعالیٰ اسے کس طرح ترقی دے رہا ہے۔ پاکستان کا ایک اخبار نویس جو لیڈر بھی ہے اور مسلم لیگ کا ممبر ہے 1950،51ء میں ربوہ آیا اور واپس جا کر اُس نے ایک مضمون لکھا کہ ایک طرف لاہور کے پاس امپروومنٹ ٹرسٹ ایک نئی بستی آباد کر رہا ہے اور دوسری طرف مرزائی ربوہ کا

شہر بسا رہے ہیں دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پورا زور لگا رہے ہیں۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان دونوں بستیوں میں سے کونسی بستی پہلے آباد ہوتی ہے۔ اُس وقت میں نے درد صاحب کو کہا آپ اسے جواب میں ایک چٹھی لکھیں اور اس پر صرف ربوہ کا لفظ لکھ دیں اور کہیں کہ تمہارے مضمون کا یہی جواب ہے۔ اب دیکھ لو کہ لاہور اب بھی ٹوٹا پڑا ہے بلکہ جب وہاں سیلاب آیا اور متعدد مکانات گر گئے تو میں نے یہاں سے تین سَو معمار وہاں بھیجا اور انہوں نے وہاں مکانات تعمیر کیے لیکن وہاں سے کوئی ایک معمار بھی یہاں نہیں آیا۔ پس ربوہ تو شہر کی حیثیت اختیار کر گیا لیکن لاہور ابھی ٹوٹا پڑا ہے۔

درحقیقت کسی قوم کا غلبہ اُسی وقت مفید ہوتا ہے جب وہ اپنے ماضی کو نہ بھلائے۔ طاقت اور قوت حاصل ہونے پر منافقت شروع نہ کر دے۔ تم دیکھو جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے اُس وقت مدینہ کے سارے باشندے یہودیوں کے غلام تھے۔ یہودیوں نے پورے شہر پر قبضہ کر رکھا تھا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مدینہ والوں کو دوبارہ عزت ملی اور پھر انہوں نے دوردور کے علاقے فتح کر کے ان پر حکومت کی۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آیا جب مدینہ کے ایک منافق نے یہ کہا تم مجھے مدینہ میں واپس لوٹنے دو۔ پھر تم دیکھو گے کہ مدینہ کا سب سے زیادہ معزز شخص یعنی وہ کم بخت خود سب سے زیادہ ذلیل شخص یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے نکال دے گا۔3 وہ خبیث خود سب سے زیادہ ذلیل تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز تھے لیکن وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ذلیل قرار دینے لگ گیا۔ گویا ایک وقت تو یہ تھا کہ سارا مدینہ یہودیوں کا غلام تھا لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اُن کی غلامی دور ہوئی، انہیں آزادی نصیب ہوئی تو ان میں سے ایک شخص کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ آپ کو مدینہ سے نکال دے گا۔ لیکن خداتعالیٰ کو بھی اپنے رسول کے لیے غیرت تھی۔ اس نے اس شخص کو فوراً سزا دی۔ اس کا بیٹا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ مخلص مسلمان تھا۔ اس نے عرض کیا یَارَسُولَ اللّٰہ ! آپ کو میرے باپ کے متعلق کوئی خبر پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں پہنچی ہے۔ اس نے عرض کیا یَارَسُولَ اللّٰہ! میرے باپ کے لیے قتل

کے سوا اَور کونسی سزا ہوسکتی ہے۔ یَارَسُولَ اللّٰہ ! اگر آپ نے میرے باپ کو قتل کی سزا دینی ہو تو میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اُسے قتل کر دوں کیونکہ اگر اُسے کسی اَور مسلمان نے قتل کیا تو ممکن ہے کسی وقت مجھے شیطان ورغلا دے اور میں اس مسلمان کو اپنے باپ کا قاتل ہونے کی وجہ سے مار دوں۔ آپ نے فرمایا ہمارا تمہارے باپ کو سزا دینے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اِس پر اُس نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ ! پھر بھی میری یہ درخواست ہے کہ اگر آپ میرے باپ کو قتل کی سزا دینا چاہیں تو اس کام کے لیے مجھے حکم دیا جائے تا آئندہ کسی وقت شیطان مجھے اس کے قاتل کے متعلق ورغلا نہ سکے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ہمارا اُسے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں لیکن اسے پھر بھی تسلی نہ ہوئی۔ جب مسلمان لشکر واپس آیا اور مدینہ کے اندر داخل ہونے لگا تو وہ نوجوان اپنے گھوڑے پر سے کُود کر دروازہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ کو کہنے لگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بیشک معاف کر دیا ہے لیکن میں نے تمہیں معاف نہیں کیا۔ میں جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا ازالہ نہ کرلوں گا تمہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ گھوڑے سے نیچے اُتر اور اپنی زبان سے سب لوگوں کے سامنے یہ اقرار کر کہ میں مدینہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تلوار سے ابھی تمہارا سَر قلم کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ڈر گیا اور گھوڑے سے نیچے اُتر آیا اور اس نے سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ میں مدینہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز ہیں۔ اِس کے بعد اُس کے بیٹے نے کہا چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں معاف کر دیا ہے اِس لیے میں بھی تمہیں معاف کرتا ہوں۔ اب تُو شہر کے اندر داخل ہوسکتا ہے۔[4]

مدینہ والوں کو عزت تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملی تھی لیکن ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ چوہے بلوں سے باہر نکل آئے اور کہنے لگے ہم رئیس ہیں، ہم معزز اور سردار ہیں۔ حالانکہ کچھ دن قبل وہ یہودیوں کے غلام تھے اور اگر وہ اب رئیس بن گئے تھے تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بنے تھے۔ بالکل اُسی طرح اب

بھی ہوا ہے۔ قادیان پر ہندوؤں نے حملہ کر کے احمدیوں کو باہر نکال دیا تو خداتعالیٰ انہیں میرے ذریعہ پوری حفاظت کے ساتھ پاکستان لایا۔ ورنہ اُس وقت یہ حالت تھی کہ ہر طرف مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا تھا اور ان کے اموال اور عزتوں کو لُوٹا جا رہا تھا۔ اُن دنوں فیروزپور سے ایک قافلہ آیا جو لاکھوں افراد پر مشتمل تھا اور پاکستان کے بارڈر کے بالکل قریب آ کر ان میں سے ایک لاکھ افراد کو حملہ آوروں نے قتل کر دیا لیکن قادیان کے کسی احمدی کو خراش تک بھی نہیں آئی۔ اُس وقت بھی بعض منافقوں نے کہا تھا کہ خلیفہ دوڑ کر پاکستان چلا گیا ہے اور انہیں یہ خیال تک نہ آیا کہ وہ ان کی جانیں بچانے کے لیے انتظام کر رہا ہے اور وہاں سے ان کے لیے ان کے بیوی بچوں کے لیے لاریاں بھجوا رہا ہے۔ اب ذرا ہوش آئی ہے تو یہاں بھی منافق پیدا ہو رہے ہیں جو کئی باتیں بناتے ہیں۔ جب میں تندرست تھا تو یہ لوگ خاموش تھے کیونکہ جانتے تھے کہ میں انہیں جماعت سے جوتیاں لگواؤں گا۔ لیکن اب میں بیمار ہو گیا ہوں تو چوہے اپنے بلوں سے باہر نکل آئے ہیں اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ بیماری کی وجہ سے میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا اور وہ میری ٹانگیں آسانی سے کھینچ سکیں گے لیکن وہ بیوقوف یہ نہیں جانتے کہ میں آج سے نہیں بلکہ 1908ء سے خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہوں اور خداتعالیٰ نے اس وقت سے لے کر اب تک ہر جگہ میری مدد کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مولوی محمد علی صاحب کا جماعت میں بہت زیادہ اثر تھا اور مالدار طبقہ اُن کے ساتھ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول جب فوت ہوئے اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی لاہور چلے گئے تو جماعت کے خزانہ میں صرف اٹھارہ روپے تھے اور اب خدا کے فضل سے ہمارا سالانہ بجٹ اٹھارہ لاکھ کے قریب ہے۔ اگر میں خداتعالیٰ کے ہاتھ میں نہ ہوتا تو تم مجھے 1908ء میں مار دیتے۔ اور اگر اُس وقت میں کسی وجہ سے بچ گیا تھا تو تم مجھے 1914ء میں مار دیتے جب جماعت کا بااثر اور مالدار طبقہ ایک طرف تھا اور میں دوسری طرف تھا۔ پس خداتعالیٰ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے۔ اُس نے اُس وقت بھی میری مدد کی جب میں جوان تھا اور طاقتور اور تندرست تھا اور اب بھی وہ میری مدد کرے گا جبکہ میں بوڑھا اور بیمار ہوں۔ اگر اِس وقت کسی نے منافقت دکھائی تو یاد رکھو! خداتعالیٰ کی تلوار اسے نیست و نابود کر دے گی

اور اس کی آئندہ سات پُشت تک کی نسل اُس پر لعنت بھیجے گی کہ اس کی وجہ سے انہیں ذلت و رسوائی حاصل ہوئی۔ پس خداتعالیٰ فرماتا ہے اے مومنو! جب تمہیں یوم الجمعہ نصیب ہو اور تمہیں طاقت اور قوت حاصل ہو جائے تو تم مغرور نہ ہو جاؤ،تم دین کی خدمت میں سُستی اور غفلت سے کام نہ لینے لگ جاؤ بلکہ اُس وقت تم پہلے سے بھی بڑھ کر دین کی خدمت کرو۔

ربوہ کی زمین کو دیکھ لو اسے بھی میں نے ہی خرید کر دیا تھا۔ پھر مکانات بنانے کا سوال آیا تو اکثر احمدی اس حالت میں نہیں تھے کہ وہ مکانات بنا سکیں اور بعض ایسے تھے جو ایمان کا بہانہ بنا کر مکان بنانے سے ہچکچا رہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب ہم نے جلد ہی قادیان چلے جانا ہے تو یہاں مکانات بنانے کا کیا فائدہ۔ لیکن میں ہمت سے اپنے ارادہ پر قائم رہا یا یوں کہو کہ خداتعالیٰ نے مجھے قائم رکھا۔ میں نے خطبات اور تقاریر میں احمدیوں کو یہاں آ کر بسنے کے لیے باربار کہا۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے مکانات تعمیر کیے اور اب یہ ایک شہر بن گیا ہے۔ یہاں پہلے صرف تین خیمے تھے اور اب یہاں پونے چار ہزار مکان بن گیا ہے اور جس رفتار سے مکانات بن رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ چند سال میں دس بارہ ہزار مکانات اَور بن جائیں گے۔ پھر میں نے خطبہ پڑھا اور جماعت کے دوستوں کو کہا کہ وہ یہاں انڈسٹریاں جاری کریں۔ چنانچہ جماعت اس طرف بھی توجہ کر رہی ہے۔ برف کا کارخانہ بن چکا ہے اور بعض دوسری انڈسٹریاں بھی جاری ہو چکی ہیں۔ ایک مستری نے مجھے ایک سلیٹ بھیجی اور کہا کہ میں نے سلیٹ بنانے کا کام شروع کیا ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ سلیٹ نہایت اعلیٰ تھی۔ گویا اب خداتعالیٰ جماعت کے دوستوں کو ایک طرح الہام کر رہا ہے کہ وہ یہاں آ کر صنعتیں جاری کریں اور اس طرح میری وہ بات بھی پوری ہوگئی جو میں نے یہاں پہلے جلسہ پر اپنی افتتاحی تقریر میں کہی تھی کہ ہمیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مقام حاصل ہے۔ اس لیے جو ثمرات ابراہیمی دعاؤں کے نتیجہ میں مکہ والوں کو ملے وہ یہاں کے رہنے والوں کو بھی حاصل ہوں گے۔ اب دیکھ لو! ایک مستری جو سائنسدان نہیں اسے خداتعالیٰ نے عقل دی اور اس نے سلیٹ بنانے کی صنعت شروع کر دی اور انہی خشک پہاڑوں کے پتھروں سے کام لینا شروع کر دیا۔ پھر جن لوگوں کو میں نے اس کام پر مقرر کیا ہے وہ کئی اَور

صنعتیں جاری کرنے کے لیے بھی سکیمیں تیار کر رہے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ ربوہ والوں کے لیے رزق کے سامان پیدا کر رہا ہے۔

اب غور کرو کہ یہ کس کا کام ہے؟ یہ کسی انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ ہی ہے جو سب کچھ کر رہا ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے اُس وقت کہاں تھے جب قادیان پر ہندوؤں نے حملہ کیا تھا۔ یہ اُس وقت چیخیں مار رہے تھے اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ خلیفہ کی دہائی ہے۔ ہمیں یہاں سے جلد نکالو۔ اب یہاں امن سے بس گئے تو وہی لوگ اس خلیفہ کے خلاف ہو گئے۔ وہ یہ بھول گئے کہ میں ان میں سے ایک ایک آدمی کو لاریوں میں بٹھا کر ہندوؤں سے بچا لایا تھا اور ان میں سے کسی کو میں نے پیدل نہیں چلنے دیا تھا۔ بلکہ میں نے حکم دے دیا تھا کہ کوئی شخص پیدل چل کر نہ آئے۔ چنانچہ جن لوگوں نے میری بات مان لی وہ لاریوں میں بیٹھ کر لاہور پہنچ گئے اور جنہوں نے میری بات نہیں مانی ان میں سے اکثر فتح گڑھ چوڑیاں اور بٹالہ کے پاس قتل کر دیئے گئے۔ پھر لاہور میں مَیں نے ان کے کھانے اور رہنے کا انتظام کیا۔ اس کے بعد میں نے ربوہ کی زمین خریدی اور انہیں یہاں لے آیا۔ پہلے انہیں کچھ مکانات بنا کر دیئے گئے۔ پھر پختہ مکانات بنائے گئے اور ربوہ کو شہر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ جب یہ سب کچھ ہوگیا اور انہیں امن میسر آ گیا تو ان میں سے بعض منافق اب میرے خلاف کھڑے ہو گئے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس طاقت اور قوت اور جتھا کے وقت اپنے ماضی کو نہیں بُھلانا چاہیے تھا اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو ابھی میں نے پڑھی ہے توجہ دلائی ہے۔ فرماتا ہے اے مسلمانو! جب تمہیں طاقت اور قوت مل جائے، تمہاری تعداد بڑھ جائے اور تمہیں عزت نصیب ہو جائے اُس وقت تم خدا تعالیٰ کو بھول نہ جاؤ بلکہ تم اُس وقت یہ خیال کرو کہ جو عزت اور دولت تمہیں ملی ہے وہ سب اس کے طفیل ہے۔ اگر تم طاقت اور قوت کے وقت خدا تعالیٰ کو بھول جاؤ گے اور اتحاد میں رخنہ ڈالو گے تو یہ ناشکری ہوگی اور اس ناشکری کی عبرتناک سزا تمہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ کہ اگر تم میری نعمتوں کے شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں اَور بھی زیادہ انعام دوں گا اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو یاد رکھو! میرا عذاب

بہت سخت ہے۔ میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تم حسرت سے کہو گے کہ خدا کرے ہمیں وہ نعمتیں دوبارہ میسر آ جائیں جو ہمیں پہلے ملی تھیں۔

پس بدقسمت ہے وہ انسان جو یوم الجمعہ کے وقت خداتعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ یوم الجمعہ بھی خداتعالیٰ لایا ہے اور اگر اس نے ناشکری کی اور غرور میں آ گیا تو وہ اسے سخت سزا دے گا۔ تم دیکھ لو جب مسلمان تھوڑی تعداد میں تھے تو انہوں نے اُس وقت کی معلومہ دنیا فتح کر لی۔ لیکن جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو وہ خداتعالیٰ کو بھول گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ انہیں جو کچھ ملا ہے وہ ان کی عقل اور ان کے تدبّر کے نتیجہ میں ملا ہے۔ آخر وہ رُسوا ہو کر رہ گئے۔ اگر انسان طاقت اور قوت کے مل جانے پر غرور نہ کرے بلکہ خداتعالیٰ کا شکرگزار بندہ بن جائے تو خداتعالیٰ اس کی طاقت میں روز بروز زیادتی کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس طاقت و قوت کا غلط استعمال کرنے لگ جائے اور اسے خداتعالیٰ کی بجائے اپنے نفس کی طرف منسوب کرنا شروع کر دے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اگر خداتعالیٰ کو دینا آتا ہے تو اُسے چھیننا بھی آتا ہے۔ اور کسی نعمت کا نہ ملنا اتنا بڑا عذاب نہیں جتنا نعمت دے کر چھین لینا عذاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ! فراخی کے بعد ہم پر تنگی کا زمانہ نہ آئے کیونکہ فراخی کے بعد تنگی آئے تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ جب کچھ بھی پاس نہ ہو تو تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے لیکن کوئی نعمت دے کر اللہ تعالیٰ واپس لے لے تو انسان اسے بہت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ تم دیکھ لو جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو اُس وقت ان کے صدمات بھی زیادہ نہیں تھے۔ لیکن اب چونکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور انہوں نے ایک وقت تک طاقت اور قوت کی لذت بھی اٹھائی ہے اس لیے اپنی موجودہ رُسوائی کو دیکھ کر انہیں بہت زیادہ صدمہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ چین کو دیکھتے ہیں تو حسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ چین ہمارا تھا۔ وہ روس کو دیکھتے ہیں تو حسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ روس ہمارا تھا۔ وہ یورپ کو دیکھتے ہیں تو حسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ یورپ ہمارا تھا۔ وہ اپنی گزشتہ شان و شوکت پر آنسو بہاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہم کیا سے کیا ہو گئے۔ یا تو ہم ساری دنیا پر حکمران تھے اور یا اب ہماری یہ حالت ہے کہ

بہت سخت ہے۔ میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ تم حسرت سے کہو گے کہ خدا کرے ہمیں وہ نعمتیں دوبارہ میسر آ جائیں جو ہمیں پہلے ملی تھیں۔

پس بدقسمت ہے وہ انسان جو یوم الجمعہ کے وقت خداتعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ یوم الجمعہ بھی خداتعالیٰ لایا ہے اور اگر اس نے ناشکری کی اور غرور میں آ گیا تو وہ اسے سخت سزا دے گا۔ تم دیکھ لو جب مسلمان تھوڑی تعداد میں تھے تو انہوں نے اُس وقت کی معلومہ دنیا فتح کر لی۔ لیکن جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو وہ خداتعالیٰ کو بھول گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ انہیں جو کچھ ملا ہے وہ ان کی عقل اور ان کے تدبّر کے نتیجہ میں ملا ہے۔ آخر وہ رُسوا ہو کر رہ گئے۔ اگر انسان طاقت اور قوت کے مل جانے پر غرور نہ کرے بلکہ خداتعالیٰ کا شکرگزار بندہ بن جائے تو خداتعالیٰ اس کی طاقت میں روز بروز زیادتی کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس طاقت وقوت کا غلط استعمال کرنے لگ جائے اور اسے خداتعالیٰ کی بجائے اپنے نفس کی طرف منسوب کرنا شروع کر دے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اگر خداتعالیٰ کو دینا آتا ہے تو اُسے چھیننا بھی آتا ہے۔ اور کسی نعمت کا نہ ملنا اتنا بڑا عذاب نہیں جتنا نعمت دے کر چھین لینا عذاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ! فراخی کے بعد ہم پر تنگی کا زمانہ نہ آئے کیونکہ فراخی کے بعد تنگی آئے تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ جب کچھ بھی پاس نہ ہو تو تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے لیکن کوئی نعمت دے کر اللہ تعالیٰ واپس لے لے تو انسان اسے بہت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ تم دیکھ لو جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو اُس وقت ان کے صدمات بھی زیادہ نہیں تھے۔ لیکن اب چونکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور انہوں نے ایک وقت تک طاقت اور قوت کی لذت بھی اٹھائی ہے اس لیے اپنی موجودہ رُسوائی کو دیکھ کر انہیں بہت زیادہ صدمہ محسوس ہوتا ہے۔ وہ چین کو دیکھتے ہیں تو حسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ چین ہمارا تھا۔ وہ روس کو دیکھتے ہیں تو حسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ روس ہمارا تھا۔ وہ یورپ کو دیکھتے ہیں تو حسرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ یورپ ہمارا تھا۔ وہ اپنی گزشتہ شان وشوکت پر آنسو بہاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہم کیا سے کیا ہو گئے۔ یا تو ہم ساری دنیا پر حکمران تھے اور یا اب ہماری یہ حالت ہے کہ

ہم اپنا ہاتھ دوسرے ملکوں کے آگے پھیلائے ہوئے ہیں اور اگر کوئی ٹُھڈّا بھی مارتا ہے تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ایک وقت تھا جب انگلستان پر سپین کی فوج چڑھ آئی تو انگلستان کی ملکہ نے ترکوں کو خط لکھا کہ میں نے مسلمانوں کی روایات سنی ہیں کہ وہ عورتوں کی مدد کیا کرتے ہیں۔ اِس وقت دشمن نے میرے ملک پر حملہ کر دیا ہے۔ میں آپ کو اسلام کی غیرت دلاتی ہوں اور درخواست کرتی ہوں کہ میری اس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں میری مدد کی جائے۔ میں نے یورپ کے سفر کے دوران میں وہ مکان دیکھا ہے جس میں ترک جرنیل اُترے۔ وہاں اب بھی دیواروں پر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ لکھا ہوا ہے۔ انگریزوں کو علم نہیں تھا کہ یہ کیا لکھا ہے۔ وہ اسے سنگھار کی بیلیں خیال کرتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ سنگھار کی بیلیں نہیں بلکہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ لکھا ہوا ہے۔ اب کہاں یہ حالت کہ ایک وقت جب انگلستان پر دشمن کی فوجیں چڑھ آئیں تو اس کی ملکہ ترکوں سے مدد کی درخواست کرتی ہے اور لکھتی ہے کہ مسلمان عورتوں کی مدد کرتے چلے آئے ہیں۔ میں بھی ایک بے بس اور بے کس عورت ہوں آپ لوگ میری مدد کریں۔ اور کہاں یہ حالت کہ وہ یورپین طاقتوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھرتے ہیں۔ پھر ایک وقت تھا کہ جب ترکوں کو چین سے نکال دیا گیا لیکن پھر ایک زمانہ آیا جب انہوں نے دوسرے ممالک کے علاوہ روس کو بھی فتح کر لیا۔ اب پھر انہیں روس دھمکاتا ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں۔ جب ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو انہیں اس قدر تکلیف نہیں تھی جتنی اب ہے کیونکہ اب یہ چیزیں ایک دفعہ مل کر ان سے چھین لی گئی ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ایک زمانہ میں روس بھی ان کے ماتحت تھا اور اب وہ انگلستان، ترکی، پاکستان، عراق اور ایران سے مل کر بغداد پیکٹ 5 میں شامل ہوئے ہیں تا کہ وہ سب مل کر روس کا دفاع کر سکیں تو انہیں کتنی تکلیف ہوتی ہو گی حالانکہ ایک وقت وہ بھی تھا جب ان سے ڈر کر پانچ سو میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے روس کے بادشاہ کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا۔ پس زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ جب انسان کے پاس نعماء نہیں ہوتیں تو وہ زیادہ دکھ محسوس نہیں کرتا لیکن جب ایک دفعہ نعمتیں مل جاتی ہیں اور پھر چھین لی جاتی ہیں تو اسے بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَانُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ

اَلْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ میں مسلمانوں کو یہ سبق دیا ہے کہ جب تمہیں طاقت اور قوت میسر آ جائے تو اپنے ماضی کو نہ بھولو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس طاقت کو قائم رکھے۔ لیکن اگر تم اپنے ماضی کو بھول گئے اور تم نے یہ خیال کر لیا کہ یہ سب طاقت اور رُعب تمہیں اپنے علم اور عقل کی بناء پر حاصل ہوا ہے تو خدا تعالیٰ تمہارے شیرازہ کو توڑ کر رکھ دے گا۔ تم بیشک تجارتیں کر لو گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو تین سَو روپے تمہارے گھر آ جائیں لیکن یہ کوئی بڑی چیز نہیں۔ کسی قوم کے پاس بیشک دولت ہو لیکن اُسے دنیا میں کوئی عزت اور وقار حاصل نہ ہو تو وہ زندہ قرار نہیں دی جا سکتی۔ انگریزوں کے زمانہ میں بعض ہندوؤں کے پاس کروڑوں روپیہ ہوا کرتا تھا لیکن وہ معمولی چپڑاسیوں سے بھی ڈر جایا کرتے تھے۔

میں ایک دفعہ کراچی گیا تو مجھے ایک بنک والے نے بتایا کہ ہمیں فلاں ہندو کو ایک کروڑ روپیہ تک اوور ڈرا (Overdraw) دینے کی اجازت ہے۔ پھر ایک دفعہ اُس ہندو کو میرا ایک ایجنٹ ملاقات کے لیے لے آیا وہ بٹھنڈا کا رہنے والا تھا اور بٹھنڈا کی زبان بڑی کرخت ہوا کرتی ہے۔ وہاں کے لوگ ''آپ'' کی بجائے ''تُمنوں'' کا لفظ استعمال کیا کرتے ہیں۔ ایجنٹ نے خیال کیا۔ یہ بہت بڑا تاجر ہے چلو اسے ملا لاؤں۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے بیٹھتے ہی کہا تُمنوں یہاں آئے ہوئے تھے ہمنوں کا جی چاہا کہ تُمنوں سے مل لیں۔ اِس پر ایجنٹ گھبرا گیا اور اس نے خود گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ آپ یہاں تشریف لائے تو میں نے خیال کیا کہ چونکہ یہ بڑے تاجر ہیں اور بنک بھی ان کو ایک کروڑ روپیہ تک اوور ڈرا (Overdraw) دیتا ہے اس لیے میں انہیں آپ کی خدمت میں ملاقات کے لیے لے آؤں۔ اُس کا خیال تھا کہ شاید وہ ہندو سنبھل جائے اور ''آپ'' کا لفظ استعمال کرنے لگ جائے لیکن پھر جب اس نے گفتگو کی تو تُمنوں اور ہمنوں کہنا شروع کر دیا۔ اِس پر ایجنٹ سے برداشت نہ ہو سکا اور اُس نے کہا آپ ہمیں واپسی کی اجازت دیں کیونکہ آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے۔ اب دیکھو! اس ہندو کے پاس بظاہر بڑی دولت تھی۔ لیکن پھر بھی وہ جاہل اور اَن پڑھ تھا اور بات کرنے کا سلیقہ تک اسے نہیں آتا تھا۔

اِسی طرح پیر منظور محمد صاحب سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے کسی شہزادہ سے

بندوق مانگی اور شکار کے لیے باہر گیا۔ ایک بنیا نے مجھ سے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ میں نے بندوق کندھے پر رکھ لی۔ اِس پر اُس بنیا نے کہا یہ تم کیا کرتے ہو؟ تم نے بندوق کا منہ میری طرف کر دیا ہے۔ میں نے کہا ڈرو نہیں۔ اس میں کارتوس نہیں ہیں۔ اُس نے کہا کارتوس نہ ہوں تب بھی یہ بندوق انسان کو مار دیتی ہے۔ انگریزی چیز بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ اب دیکھو اگر کسی انسان میں اس قدر کم عقل ہو تو دولت کا کیا فائدہ؟ درحقیقت طاقت اور قوت بھی اُسی وقت مفید ہوتی ہے جب عقل پائی جاتی ہو۔ عقل کے بغیر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کو دیکھ لو اسلام لانے سے پہلے ان کی حالت کس قدر گری ہوئی تھی۔ وہ لوگ گوہیں کھاتے تھے اور ماؤں سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا تو بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں یقین نہیں کر سکتا کہ عرب کے رہنے والے میرے ملک پر حملہ آور ہوئے ہوں۔ وہ تو نہایت ذلیل لوگ ہیں۔ انہیں میرے ملک پر حملہ آور ہونے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے۔ تم ان کے جرنیل کو پیغام دو کہ مجھ سے آ کر ملے۔ چنانچہ اس کا پیغامبر اسلامی جرنیل کے پاس پہنچا۔ انہوں نے اپنے ایک صحابی افسر کو ایک دستہ کے ہمراہ بادشاہِ ایران کے پاس بھیج دیا۔ اُس صحابی کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور دربار میں لاکھوں روپیہ کی قالینیں بچھی ہوئی تھیں۔ وہ صحابی قالین پر اپنا نیزہ مارتے ہوئے گزر گئے۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا کہ لاکھوں روپیہ کے قالین ہیں لیکن یہ شخص ان پر نیزہ مارتے ہوئے آ رہا ہے۔ جب وہ صحابی قریب پہنچ گئے تو بادشاہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تم لوگوں کو مجھ پر حملہ آور ہونے کی کس طرح جرأت ہوئی ہے۔ تم لوگ تو اس قدر ذلیل تھے کہ تم گوہ کا گوشت کھایا کرتے تھے اور اپنی ماؤں سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ میں تمہارا لحاظ کرتے ہوئے تمہارے ہر سپاہی کو ایک اشرفی اور ہر افسر کو دو اشرفی دوں گا۔ تم واپس چلے جاؤ اور حملے کا ارادہ چھوڑ دو۔ اُس صحابی نے جواب دیا۔ بادشاہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہماری یہی حالت تھی ہم گوہیں کھاتے تھے اور ماؤں سے نکاح کر لیا کرتے تھے لیکن اب ہماری وہ حالت نہیں رہی۔ اب خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنا ایک رسول مبعوث کیا ہے جس نے ہمارا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے اور اس نے ہمیں

حلال و حرام کی تمیز سکھا دی ہے۔ اب وہ زمانہ چلا گیا۔ جب لوگ ہمیں رشوت دے کر اپنی بات منا لیتے تھے۔ اب جب تک ہم تمہارا تخت فتح نہ کر لیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ بادشاہ نے کہا یاد رکھو! میں تمہیں اس گستاخی کی سزا دوں گا۔ اِس پر اُس نے اپنے ایک سپاہی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ایک بورا مٹی سے بھر کر لاؤ۔ جب وہ مٹی کا بورا لے آیا تو اس نے مسلمان افسر سے کہا آگے آؤ۔ وہ آگے آ گئے۔ اس نے کہا نیچے جھکو۔ اِس پر وہ نیچے جھک گئے۔ اس نے مٹی کا بورا ان کی پیٹھ پر رکھ دیا اور کہنے لگا جاؤ میں اب اس بورے سے زیادہ تمہیں کچھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ میں نے تمہیں اشرفیاں پیش کی تھیں لیکن تم نے انہیں قبول نہ کیا۔ اب تمہیں اس بورے کے سوا اَور کچھ نہیں مل سکتا۔ وہ صحابی بورا اُٹھا کر جلدی سے باہر نکل گئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا آ جاؤ۔ بادشاہِ ایران نے ایران کی زمین خود ہمارے سپرد کر دی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ مشرک تو وہمی ہوتا ہے۔ بادشاہ نے جب یہ بات سُنی تو اس نے لوگوں سے کہا جلدی جاؤ اور اس مسلمان افسر سے مٹی کا بورا لے آؤ لیکن وہ اُس وقت بہت دور نکل چکے تھے۔ اب دیکھو گوہیں کھانے والوں اور ماؤں سے نکاح کر لینے والوں میں کس قدر عقل آ گئی تھی۔ پہلے تو وہ قالینوں پر نیزہ مارتے ہوئے آگے گزر گئے اور پھر بادشاہ نے جب ان کی پیٹھ پر مٹی کا بورا رکھا تو وہ کہنے لگے۔ بادشاہِ ایران نے ایران کی زمین خود ہمارے سپرد کر دی ہے اور پھر فی الواقع مسلمانوں نے ایران کو فتح کر لیا۔6

پس جماعت کو یومِ جمعہ کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ غلبہ بھی خداتعالیٰ کی طرف سے ہی آتا ہے اور جہاں وہ غلبہ اور قوت دیتا ہے وہاں وہ جب چاہے اُسے چھین بھی سکتا ہے۔ کوئی دن تھا کہ قادیان کے اردگرد دیہات میں بھی ہمارا کوئی مبلغ نہیں تھا لیکن اب دنیا کے ہر علاقہ میں ہمارے مبلغ موجود ہیں اور آئندہ وہ وقت آئے گا جب ہر قصبہ اور ہر شہر میں ہمارا مبلغ ہو گا۔ پس یہ غلبہ جو تمہیں حاصل ہوا ہے یہ بھی خداتعالیٰ نے ہی تمہیں دیا ہے تم اس کی قدر کرو۔ اگر تم اس کی ناشکری کرو گے، اگر تم منافق بنو گے اور ورغلانے والوں کو اپنے گھروں میں بٹھاؤ گے تو خداتعالیٰ کی گرفت سے تم محفوظ نہیں رہ سکو گے۔ اگر تم میں ایمان تھا تو تم نے اس

قسم کے لوگوں کو کیوں نہ کہہ دیا کہ تم منافق ہو اور تم نے ان کی زبان بندی کیوں نہ کی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ یومِ جمعہ تمہیں خداتعالیٰ نے ہی دیا ہے۔ کبھی وہ دن تھا کہ تم ماریں کھاتے تھے۔ مگر آج ساری دنیا تمہاری طاقت کی معترف ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص مرزا حیرت آپ کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ وہ شخص بہت چالاک اور ہوشیار تھا۔ اس نے بعد میں ایک اخبار بھی نکالا تھا۔ اسے شرارت سُوجھی اور وہ انسپکٹر پولیس بن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ گیا اور کہنے لگا میں گورنمنٹ کی طرف سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ چنانچہ بعض احمدی اُس کی اس شرارت کی وجہ سے ڈر بھی گئے۔ لیکن بعد میں پتا لگ گیا کہ اس نے فریب کیا ہے اور بعض احمدیوں نے اسے ڈانٹا بھی۔ اس کے بعد ندوہ کے ایک پروفیسر نے جو پٹھان تھا تقریر کی اور کہا کہ مرزا مسیح موعود بنا پھرتا ہے۔ وہ دلّی گیا تو مرزا حیرت انسپکٹر پولیس بن کر اس کے پاس چلا گیا۔ وہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا (حالانکہ یہ بات بالکل جھوٹ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے دالان میں بیٹھے ہوئے تھے) ڈر کے مارے جلدی سے نیچے اُترا تو سیڑھی سے پاؤں پھسل گیا اور منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی کذب بیانی پر غیرت آئی۔ وہ شخص رات کو اپنے مکان کی چھت پر سویا ہوا تھا کہ سوتے سوتے اُس کا دماغ خراب ہوا۔ وہ نیند میں ہی اُٹھا اور کوٹھے سے زمین پر گِر کر ہلاک ہو گیا۔ غرض ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ اگر وہ فوری طور پر کسی کی خبر لے سکتا ہے تو دس سال بعد بھی اس کی خبر لے سکتا ہے۔

عبداللہ آتھم کو ہی دیکھ لو۔ جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دجال کہا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ تم نے خداتعالیٰ کے ایک راستباز کو دجال کہا ہے۔ تم یہ نہ سمجھو کہ وہ اِس وقت فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ یاد رکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خدا اب بھی زندہ ہے اور وہ تمہیں اِس گستاخی کی وجہ سے کچل کر رکھ دے گا تو اِس پر عبداللہ آتھم سخت گھبرایا اور اُس نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا میری توبہ میں نے اس قسم کی کوئی گستاخی نہیں کی۔ اب دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فوت ہوئے

تیرہ سو سال ہو چکے تھے۔ ملک پر انگریزوں کی حکومت تھی اور عبداللہ آتھم انگریزی حکومت کا ایک افسر تھا۔ اُس نے آپ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے کہا دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خدا اب بھی زندہ خدا ہے اور وہ تمہیں اس گستاخی کی سزا دے گا تو وہ کہنے لگا میری توبہ میں نے ایسی گستاخی نہیں کی۔

پس یاد رکھو! اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور پھر اس امر کو بھی اچھی طرح یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں طاقت عطا کی ہے یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہے۔ پھر اس نے اکثر کام میرے ہاتھ سے کرائے ہیں لیکن جماعت کے بعض لوگوں نے اس کی قدر نہیں کی بلکہ جب خدا تعالیٰ نے انہیں تعداد میں زیادہ کر دیا تو وہ منافق بن گئے۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر انہوں نے راستی کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ ان کو کچل کر رکھ دے گا اور ستّر ستّر نسل تک ان کی اولاد ان پر لعنت کرے گی اور کہے گی کہ ان کے آباء و اجداد فتنہ پرداز تھے جنہوں نے منافقت دکھائی اور ہمیں بدنام کر دیا۔ اگر وہ اپنے وعدوں پر قائم رہتے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرتے تو وہ منافقت نہ دکھاتے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم تعداد میں بہت تھوڑے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ سے بڑھایا؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو آخری جلسہ سالانہ ہوا اُس میں شامل ہونے والوں کی تعداد سات سَو تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو دیکھ کر اِس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا اب تو جماعت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے سپرد جو کام تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ پھر حضرت خلیفہ اول کے زمانۂ خلافت کے آخری جلسہ سالانہ پر دس گیارہ سَو دوست جمع ہوئے مگر اب عیدین کے موقع پر بلکہ بعض اوقات جمعہ کی نماز میں ہی دو دو ہزار دوست آ جاتے ہیں۔ یہ ترقی خدا تعالیٰ نے ہی تمہیں عطا کی ہے۔ اگر تم نے اس کی ناشکری کی تو یاد رکھو! جو خدا تمہیں بڑھا سکتا ہے وہ گھٹا بھی سکتا ہے۔ تمہارا کام تھا کہ تم اِس وقت توبہ کرتے خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے اور کہتے اے خدا! تُو نے ہی ہمیں بڑھایا ہے اور ہم تیری اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں اور تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ تُو ہمیں کم نہ کرنا بلکہ ہمیشہ بڑھاتے چلے جانا

تا کہ ہم تیرے نام کو بلند کرتے رہیں اور تیری توحید کو دنیا میں پھیلاتے رہیں"۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

"باوجود بیماری کے میں عید پڑھانے یہاں آ گیا تھا۔ کل خطبہ کی وجہ سے طبیعت پر بوجھ بھی پڑا۔ پھر کل اتفاقاً گرمی زیادہ تیز تھی جس کی وجہ سے صحت خراب ہوگئی لیکن مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسال کے بعد یہاں عید پڑھانے کا موقع دے دیا۔ دوسال سے میرا یہاں عید نہ پڑھانا جماعت کے لیے بڑے صدمے کا موجب تھا۔ اس لیے میں تکلیف اُٹھا کر بھی یہاں آ گیا تا کہ دوستوں کے دل خوش ہوں۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ پڑھاؤں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے صحابی قاضی محبوب عالم صاحب لاہور کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ان کی یہ عادت تھی کہ وہ آپ کو ہر روز دعا کے لیے خط لکھا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک جگہ پر شادی کرنا چاہتے تھے لیکن فریقِ ثانی رضامند نہیں تھا۔ اس لیے وہ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھتے کہ حضور دعا فرمائیں کہ یا تو لڑکی مجھے مل جائے یا اللہ تعالیٰ میرا دل اُس سے پھیر دے۔ اب مجھے یاد نہیں رہا کہ آیا ان کا دل پھر گیا تھا یا ان کی اس لڑکی سے شادی ہوگئی تھی۔ بہرحال دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوگئی تھی۔ پھر نہ صرف وہ خود اس نشان کے حامل تھے بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک اَور شخص کو بھی اپنے نشان کا حامل بنایا۔

ہمارے ایک دوست ماسٹر عبدالعزیز صاحب تھے جنہوں نے قادیان میں طبیہ عجائب گھر کھولا ہوا تھا۔ اِس وقت ان کا لڑکا مبارک احمد دواخانہ چلا رہا ہے اور ان کی دوائیاں بہت مقبول ہیں۔ انہوں نے قاضی محبوب عالم صاحب کے متعلق سنا کہ وہ ہر روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قسم کا خط لکھا کرتے ہیں تو انہوں نے بھی روزانہ خط لکھنا شروع کر دیا۔ انہیں بھی ایک ذیلدار کی لڑکی سے جو اُن کے ماموں یا پھوپا تھے محبت تھی۔ وہ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھتے اور کہتے حضور! دعا فرمائیں کہ قاضی محبوب عالم صاحب کی طرح یا تو میرا دل اس لڑکی سے پھر جائے اور یا پھر میری اس

سے شادی ہو جائے۔ چنانچہ ان کی وہاں شادی ہو گئی اور مبارک احمد اُسی بیوی سے ہے۔ گویا قاضی صاحب نہ صرف خود ایک نشان کے حامل تھے بلکہ ایک دوسرے نشان کے محرک بھی تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں اور ان کا جنازہ یہاں لایا بھی گیا لیکن ان کی اولاد سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ لنگرخانہ میں بیٹھے رہے اور جب دھوپ چمکنے لگی تو مجھے جنازہ پڑھانے کے لیے اطلاع دی حالانکہ وہ رات کے وقت مجھ سے کہہ چکے تھے کہ وہ سوانو بجے جنازہ لے آئیں گے۔ لیکن سوا نو بجے جب میں نے پرائیویٹ سیکرٹری سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ابھی تک وہ نہیں آئے۔ اگر وہ اُس وقت جنازہ لے آتے تو میں جانتا ہوں ربوہ کے لوگ بہت مخلص اور ہوشیار ہیں۔ مسجد میں ایک دفعہ اعلان کیا جاتا تو قریب کے محلّہ سے ہی ساٹھ ستّر آدمی آ جاتے اور نماز شروع ہونے تک دو ہزار کا مجمع ہو جاتا لیکن وہ لنگر خانہ میں بیٹھے رہے اور اس قسم کے پرانے صحابی کے جنازہ پڑھانے میں جو مجھے لذت محسوس ہوتی تھی اُس سے بھی محروم رکھا حالانکہ میرے یہاں ٹھہرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ میں ان کا جنازہ پڑھا دوں۔ لیکن ان کی اولاد نے نہ صرف اپنے باپ کی خواہش کو پورا نہ کیا بلکہ مجھے بھی اُس سرور سے محروم رکھا جو مجھے اُن کے جنازہ پڑھانے سے حاصل ہونا تھا۔ بہرحال اب نماز کے بعد میں ان کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا''۔

(الفضل 27 جولائی 1956ء)

1: ابراهيم :8 2: الجمعة:10

3: جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللّٰہ سورۃ المنافقین

4: تفسیر الطبری زیرآیت سورۃ المنافقون :8 ''يقولون لئن رجعتنا الى المدينة...''

5: **بغداد پیکٹ**:(BAGHDAD PACT) 1955ء میں ترکی، عراق، پاکستان اور U.K کے مابین ہونیوالا دفاعی معاہدہ جس کا مقصد مشرقِ وسطٰی میں امن کا قیام تھا۔

6: تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 390 تا 392۔ مطبوعہ بیروت لبنان 2012ء۔